چودھری محمد ظفر اللہ خاں

خلیفہ مرحوم کی تنویرِ فکر

چالیس سال سے بھی زیادہ عرصہ گزرا کہ مرحوم خلیفہ عبدالحکیم سے مجھے رسم و راہ پیدا کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ میں اس رابطے کو اپنی خوش بختی پر محمول کرتا ہوں۔ ہمارے روابط مرحوم کی المناک اور ناگہانی رحلت تک بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ برقرار رہے۔ مرحوم کے سانحۂ ارتحال سے اس مثالی شخصیت کے مختصر حیات پر خطِ تنسیخ کھینچ دیا گیا جو طاشکند و شبہ اسلام کے جدید مکتبِ فکر میں امتیازی حیثیت رکھتی تھی۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کی عبقریت پہلے پہل شعر و سخن کے توسط سے برگ و بار لائی۔ رفتہ رفتہ یہی ذوق موصوف کے فلسفیانہ افکار کے اظہار کا ذریعہ بن گیا اور پھر بہت جلد مذہب اور اس کے حقائق کے فلسفیانہ اندازِ فکر کا محور بن گئے۔ تنویرِ فکر کی دولت موصوف کو اسی زاویۂ نگاہ کی بدولت نصیب ہوئی۔ خلیفہ صاحب کے فکر کی ذہنی پرواز میں تسلسل کے ساتھ اضافہ ہوتا رہا اور انہوں نے تمام ممکن الحصول وسائل سے کام لیا۔ مشرق و مغرب کے فلسفیانہ مکاتبِ فکر، نیز تصوف کے رموز و اسرار اور وحی و الہام کے وہ صاف و شفاف چشمے جن سے دین اور عقائدِ دین کو تقویت حاصل ہوتی اور روحانی غذا ملتی ہے۔ یہ ہیں وہ وسائل جن سے مرحوم کے ذہنِ رسا نے استفادہ کیا۔ جس زمانے میں وہ ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ کی علمی خدمات کی سرپرستی فرما رہے تھے انہوں نے اپنے فضل و کمال کی قوتیں اور دل و دماغ کی صلاحیتیں اس میدانِ فکر و نظر کی ان تھک خدمت پر صرف کر دی تھیں جو خصوصیت کے ساتھ ان کا اپنا میدان بن چکا تھا۔ خلیفہ صاحب کے فکر و نظر کا دائرہ محدود نہ تھا اور وہ کبھی تعصب کی دلدل میں نہیں پھنسے۔ وہ جس انداز کے افکار و خیالات کے مالک تھے ان پر جرأت و احتیاط، وسعت و ارتکاز ایسی خصوصیات کا پرتو تھا اور یہ وہ خصوصیات ہیں جنہیں بعض اوقات متباین یا متناقض خیال کیا جاتا ہے لیکن جو حقیقت میں ایک دوسرے کی ممد و معاون ہیں۔ خلیفہ صاحب کی اکثر تحریریں اس حسین امتزاج کا کافی و وافی ثبوت ہم پہنچاتی ہیں۔

خلیفہ عبدالحکیم نے اسلامی ثقافت کے میدان میں قابلِ قدر اور اہم خدمات انجام دی ہیں اور ان کے نقوش ان کی رحلت کے بعد بھی اجاگر رہیں گے تاہم یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ جس قصرِ حکمت کی تعمیر میں تن دہی کے ساتھ مصروف تھے وہ ابھی اپنی ابتدائی منزلوں میں تھا کہ سفرِ آخرت پیش آگیا۔ مرحوم سے بڑی توقعات وابستہ تھیں اس لیے کہ قدرت

نے ان کو ایسے دماغ سے نوازا تھا جس میں ٹھہراؤ نام کو نہ تھا۔ بلکہ ایک قوت تھی جو ان کو ہمیشہ آگے قدم بڑھانے پر مجبور کرتی تھی۔ وہ بڑی سرعت سے بلندیوں پر کمند ڈال رہے تھے۔ اور اگر چند سال تک انہیں اور اپنا کام جاری رکھنے کی مہلت مل جاتی تو یہ قوی امید تھی کہ ان کی تاریخ نظر میں کچھ اور منازل ارتقا طے کرتی اور اسلامی ثقافت کے وہ میدان بھی ان کی تحقیق کی جولانگاہ بنتے جو جدید اور عمیق اسلامی ذہن کی توجہ کے محتاج ہیں۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کی رحلت سے اسلامی ثقافت کا میدان سر دست کچھ سُونا سا ہو گیا ہے۔ یہ ایک ایسا نقصان ہے جس کی تلافی کے لیے مجھے امید ہے۔ اور میں دعا بھی کرتا ہوں کہ ان کے رفقائے کار اور اس میدان کے دیگر فضلا اپنی اولیں فرصت میں جد وجہد کریں گے۔ جہاں سے یہ کام رُکا ہے وہیں سے اس کی ابتدا ہونی چاہیئے۔ اس صورت میں یہ فضلا ہمارے مہتم بالشان دین کی خدمت میں مختلف جہتوں سے اپنی مساعی جلیلہ کا سلسلہ جاری رکھ سکتے ہیں۔

غلام دستگیر نامی

تاریخ وفات خلیفہ عبدالحکیم

از جہاں شد ناگہاں عبدالحکیم
شد بلند از رحلتش آہ و بکا!
بہر تاریخش چو نامی فکر کرد
گفت ہاتف ناتمام گو، برملا
رحلت عبدالحکیم سعد بخت
ارتحال خواجۂ اہلِ وفا ۱۹۵۹

۱۳۷۸